رسول کریم ﷺ کا ذکر الٰہی تھا جو اعجاز بنا۔
آپؐ ذکر الٰہی سے زندگی پاتے اور ذکر الٰہی سے زندگی بخشتے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 4 رفروری 1994ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات کریمہ تلاوت کیں۔

يَاَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٤٦﴾ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ وَاصْبِرُوا إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿٤٧﴾

(الانفال: 46 تا 47)

پھر فرمایا:۔

گزشتہ جمعہ میں مَیں نے جن جماعتوں کے جلسوں کا اعلان کیا تھا ان میں ایک اعلان ضلع جھنگ کے ایک جلسے کا رہ گیا تھا اور ان کو صرف اس وقت شدت سے انتظار نہیں تھی بلکہ فیصلہ یہ ہے کہ ابھی بھی انتظار ہے حالانکہ جلسہ گزر بھی چکا ہے تو بہر حال ان کا بھی ذکرِ خیر کریں تو کوئی حرج نہیں۔ اللہ ان کو مزید خدمت کی توفیق بخشے اور نیک مجالس سے زیادہ سے زیادہ استفادے کی بھی توفیق بخشے۔

جلسہ سالانہ جماعت ہائے احمدیہ بنگلہ دیش آج سے شروع ہو رہا ہے۔ ان کو خصوصیت سے اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ جو چھوٹی کمزور جماعتیں ہیں یعنی دنیاوی لحاظ سے، عدد کے لحاظ سے، اموال کے لحاظ سے لیکن اللہ کے فضل کے ساتھ ایمان کی دولت سے اس طرح مالا مال ہیں اور اتنا

غیر معمولی ان میں توکل ہے اور اس قدر دین کی غیرت ہے کہ تھوڑے ہوتے ہوئے شیروں کی طرح سامنے ڈٹ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جب پچھلے دنوں مجلس تحفظ ختم نبوت والوں نے اور احراریوں نے کھلے عام دھمکیاں دیں کہ ہم چہار بخشی بازار مسجد کو گرانے کے لئے آ رہے ہیں اور لاکھوں کا مجمع حملہ آور ہوگا۔ اس کے مقابل پر یہ ہر طرف سے چار سو کی ایک چھوٹی سی نفری اکٹھی ہوئی۔ ان سب نے عہد کیا کہ تمام جان دے دیں گے۔ ایک بھی پیٹھ نہیں دکھائے گا۔ اور ہنستے ہوئے کلمہ پڑھتے ہوئے جان دیں گے اور فخر کریں گے۔ اور ان کے عزیزوں نے بھی بڑی شان کے ساتھ ان کو بھیجا ان کی مائیں راضی تھیں ان کی بہنیں راضی تھیں ان کی بیٹیاں راضی تھیں اگر بچے تھے تو ان کے سب عزیز پوری طرح موت کو آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھ رہے تھے مگر اس موت کو جس کا نام اللہ نے زندگی رکھا ہے۔ اس موت کو جس کا نام خدا نے ہمیشہ کی زندگی رکھا ہے، اور ایسی زندگی جو مرنے کے معاً بعد عطا ہوتی ہے۔ ایک زندگی تو ایسی ہے جو مرنے کے لمبے عرصے کے بعد رفتہ رفتہ پرورش پاتی ہے۔ پس یہی ایک بڑا فرق ہے شہادت کی زندگی اور دوسری زندگی میں جو مرنے کے بعد لازماً سب کو عطا ہوگی۔ قرآن کریم نے فرمایا ہے بَلْ اَحْيَآءٌ وہ زندہ ہیں۔ وَلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (البقرہ:155) تمہیں پتا نہیں ہوگا تم سمجھ نہیں سکتے کیسے زندہ کئے گئے ہیں۔ اسی طرح حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے جو بعض شہداء کو جنت میں پھرتے دیکھا۔ ایک لنگڑے شہید تھے ان کے متعلق فرمایا کہ وہ جنت میں پھدکتے پھر رہا تھا اور خدا اس سے بہت راضی تھا۔ یہ جو واقعہ سنا اس کے بیٹے نے، تو بیٹے کے سب غم بھول گئے۔ اس نے کہا کہ اس سے کیا بڑی سعادت ہو سکتی ہے۔ تو جن لوگوں کو خدا زندہ کہہ دے وہ کیسے مر سکتے ہیں۔ تو ایسا نظام جاری ہے کہ شہید کی زندگی معاً بعد اسی طرح جاری رہتی ہے جیسے پہلے تھی یعنی اس کے شعور کو اللہ تعالیٰ مرنے نہیں دیتا اس کو مٹنے نہیں دیتا اور یہ بہت عظیم سعادت ہے۔

پس بنگلہ دیش کی جماعت نے اس سعادت کو نہ صرف سمجھا بلکہ اس کو بڑی خوشی سے سینے سے لگایا اسے قبول کیا اور اس کے لئے تیار رہے اور ہمیں اس بارے میں ادنیٰ بھی شک نہیں کہ وہ اپنے دعویٰ میں سچے تھے البتہ دعا یہی تھی کہ اے اللہ ان کو اسی زندگی میں شہادت کی سعادت عطا فرما دے تو تجھ سے یہ بھی تو بعید نہیں کیونکہ ان کو اگر اپنی جانوں کی ضرورت نہیں تیری راہ میں تو ہمیں تو ان کی

ضرورت ہے۔ پس اللہ نے اس دعا کو بھی قبول فرمالیا اور ان کو کوئی آنچ نہیں آئی۔ حالات نے پلٹا کھایا، راہیں تبدیل کر دی گئیں۔ سارے ملک کے اخباروں نے اتنی شدت اور زور کے ساتھ اس تحریک کے خلاف مقالے لکھے اور ایڈیٹوریل جاری کئے اور اس تحریک کا تجزیہ کر کے اسے گندی ناپاک تحریک قرار دیا جو اسلام کے نام کو بدنام کرنے والی ہے۔ انسان کو انسان سے کاٹنے والی ہے۔ بڑی جرأت سے یہ اعلان کئے کہ ہم ہرگز یہ برداشت نہیں کریں گے کہ کسی نام پر بھی بنگلہ دیشی کو بنگلہ دیشی سے کاٹ کر رکھ دیا جائے۔ ہم ایک قوم ہیں، ایک قوم رہیں گے، اپنی وحدت کی حفاظت کرنا جانتے ہیں۔ بڑے عظیم الشان مقالے اللہ تعالیٰ نے ان کو لکھنے کی توفیق بخشی یہاں تک کہ وہ سب جو پہلے ان کی مدد پر آمادہ بیٹھے تھے، بڑے سیاست دان جو رعب میں آ کر ان کے خلاف کوئی لفظ نہیں بول سکتے تھے ان کے اندر جان پڑنی شروع ہوگئی۔ وہ بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔ جنہوں نے ان سے وعدے کئے تھے کہ ہم تمہارے جلسوں پر آئیں گے وہ اپنے وعدوں سے منحرف ہوئے اور انہوں نے کہا کہ ہم نہیں آ سکتے۔ تو کس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی تقدیر سے ان کی تدبیر بدل دی۔ یہ ہے اللہ تعالیٰ کا فضل جو دعاؤں کی صورت میں جماعت احمدیہ پر ہمیشہ نازل ہوتا رہا ہے۔ آئندہ بھی انشاء اللہ ہمیشہ نازل ہوتا رہے گا۔

میں بنگال کی جماعتوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ شکر کے دور میں داخل ہوں اور اللہ نے جو ان پر فضل فرمائے ہیں ان کا کثرت سے، خدا کا ذکر کر کے شکر کریں اور ذکرِ الٰہی کو اس جلسے میں بھی بلند رکھیں اور جلسے کے بعد بھی گھروں کی طرف واپس جاتے ہوئے ذکر کرتے ہوئے لوٹیں، گھروں کو بھی ذکر سے بھر دیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا جب ذکر کیا جائے تو اللہ آسمان پر ان کا ذکر فرماتا ہے جن کا زمین پر ذکر کیا جاتا ہے۔ جو زمین پر خدا کا ذکر کرتے ہیں اور وہ ذکر صرف آسمان پر ہی نہیں رہتا حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ ہمیں خبر دیتے ہیں کہ جب خدا ذکر کرتا ہے تو اس کے فرشتے ذکر کرتے ہیں اور وہ ذکر لے کر زمین پر اترتے ہیں اور پھر لوگوں کے دلوں میں ان کا ذکر جاری کیا جاتا ہے جو خدا کا ذکر کرنے والے تھے۔

پس یہ وہ انعامات کا سلسلہ ہے جو ایک انعام سے پھوٹتا ہے دوسرے انعام پر منتج ہوتا ہے دوسرے انعام سے پھوٹتا ہے تو تیسرے انعام پر منتج ہوتا ہے۔ ایک لامتناہی، لازوال سلسلہ ہے۔ یہ

ذکر سے چلتا ہے اور انسان کو نہ صرف نئی زندگی عطا کرتا چلا جاتا ہے بلکہ اس کے درجات اس دنیا میں ہی بلند تر ہونے لگتے ہیں۔ کیونکہ ذکر کے ذریعے انسان سب رفعتیں حاصل کرسکتا ہے اور کرتا ہے۔ ذکر کے ذریعے خدا سے تعلق باندھنے کا ایک ہی مطلب ہے کہ اس کی صفات کا جلوہ انسان پر اترتا ہے اور اس کا جلوہ انسان کو، اس کی صفات کو ڈھانپ لیتا ہے۔

پس اس پہلو سے میں آپ کو یہی نصیحت کرتا ہوں کہ آج کل چونکہ ذکر ہی کے مضمون پر خطبات جاری ہیں۔ اس لئے آپ خاص طور پر ذکرِ الٰہی کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں اور اس سے یہ دعا مانگیں کہ آپ کی نیکیوں کی حفاظت فرمائے، آپ کو ثابت قدم بنائے اور صبر عطا کرے۔ صبر سے مراد صرف تکلیف کا صبر نہیں بلکہ اصل اور اعلیٰ مزاج نیکی پر صبر ہے۔ صبر کی سچی اور اعلیٰ تعریف حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمائی اور قرآن کریم کے مضمون ہی کو اپنے الفاظ میں بیان فرمایا وہ یہ ہے کہ نیکیوں پر انسان ثابت قدم ہو جائے ان کو پکڑ کر بیٹھ رہے۔

پس اس پہلو سے آپ اپنی نیکیوں پر صبر کریں لیکن صبر کے لئے اللہ تعالیٰ سے استعانت کریں اس سے دعا کریں کہ وہ آپ کو توفیق بخشے کہ آپ صبر کرنے والے ہوں۔ آپ نے جو نیکیاں اختیار کیں ہیں ان پر اگر صبر کر جائیں گے تو آئندہ کے لئے ہمیشہ یہی صبر آپ کی ڈھال بن جائے گا۔ اور ''اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ'' کے مضمون کو آپ بار بار اپنے حال پر اطلاق پاتے دیکھیں گے۔ ''اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ'' فرماتا ہے اللہ تعالیٰ اور یہ مضمون جو ہے وہ جزا کے مضمون سے اعلیٰ تر مضمون ہے۔ اللہ ان کے ساتھ رہتا ہے چونکہ انہوں نے تنگ لمحوں پر خدا کی خاطر صبر کیا تھا۔ اس لئے آئندہ غموں سے حفاظت کے لئے خدا ساتھ رہنے لگ جاتا ہے۔ فرشتوں کے نزول کے مضمون سے بھی یہ بالاتر ہے۔

پس صبر ایک بہت عظیم نیکی ہے، بہت عظیم خوبی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ (آل عمران: 154) فرمایا ہے۔ اب دیکھیں یہاں صلوٰۃ کا لفظ بعد میں رکھا اور صبر کا پہلے کر دیا۔ حالانکہ صلوٰۃ ہر نیکی کی کُنجی ہے۔ لیکن اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ صبر کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو اور صبر کی دعا مانگو، صبر عطا کرنے کی دعا مانگو اور نماز کے ذریعہ اس مضمون کو مزید تقویت دو، تو اللہ تعالیٰ آپ کو صبر کا بہترین مضمون سمجھنے اور اپنی زندگیوں میں اسے جاری کرنے کی

توفیق عطا بخشے۔ تمام احبابِ جماعت بنگلہ دیش، خواتین، بچوں سب کو عالمگیر جماعتوں کی طرف سے محبت بھرا اسلام ہماری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ آپ کی دعائیں ہمارے ساتھ رہیں گی۔

اب ذکر کے مضمون میں میں نے جو آیات تلاوت کیں تھیں۔ ان کے تعلق میں چند باتیں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ ایک عربی شاعر کہتا ہے۔

ذکرتک ولخطی یفطربنا

وقد نهبت من المشقت الصلب

فوالله ما ادری وان لصادق

اداء ارانی حبابک امس

کہ اے میری محبوبہ میں نے تجھے اس وقت یاد کیا جب خطی نیزے ہم پر چل رہے تھے۔ اور خون آلود نیزوں نے ہمارے خون پئے ہوئے تھے۔ خدا کی قسم مجھے سمجھ نہیں آرہی کہ آیا مجھے تیرے عشق کی وجہ سے کوئی بیماری لگ گئی ہے یا تیرے حسن کا جادو جو کرشمے دکھا رہا ہے۔ او یہ بات خدا گواہ ہے کہ میں سچ کہہ رہا ہوں۔

یہ مضمون دنیاوی شعراء کے حق میں تو اللہ بہتر جانتا ہے کہ کس حد تک پورا ہوتا ہے۔ بعض جنونی ایسے بھی ہوتے ہیں جو بندے کے فانی عشق میں اپنے آپ کو فنا کر دیتے ہیں۔ لیکن فی الحقیقت یہ مضمون اللہ کی ذات پر اطلاق پاتا ہے۔ بندے اور اللہ کے تعلق پر اطلاق پاتا ہے اور اس پہلو سے سب سے بڑی گواہی حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی ہے۔ شاعر تو اپنے متعلق کہتا ہے کہ میرا عشق شاید بیماری بن گیا ہے جو حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے متعلق کفار یہ گواہی دیا کرتے تھے کہ عَشِقَ مُحَمَّدٌ رَبَّهُ کہ محمد کو تو اپنے رب سے عشق ہو گیا ہے اور اس عشق کو بیماری کے طور پر بھی پیش کیا کرتے تھے۔ کہتے یہ بیمار ہے۔ مجبور ہے اس کو جنون ہو چکا ہے اور وہ عشق کا جنون ہے۔

پس حقیقت میں جب سچا عشق ہو تو یہ کیفیات ضرور پیدا ہوتی ہیں اور سخت تکلیف کے وقت بھی جبکہ دنیا کی دوسری چیزیں بھول چکی ہوتی ہیں۔ اس وقت بھی اپنا محبوب ضرور یاد رہتا ہے۔ اور بشدت یاد آتا ہے۔ تو یہ دنیا کے لوگ ہیں ان کو تکلیفوں کے وقت اپنے دنیا کے محبوب یاد آتے ہیں۔ جو اللہ والے ہیں ان کا ذہن زیادہ سے زیادہ اللہ کی طرف جھکتا ہے۔ لیکن ایک فرق ہے ان دونوں

باتوں میں اللہ کی طرف مشقتوں اور تکلیفوں کے وقت بعض اوقات دہریوں کے ذہن بھی چلے جاتے ہیں۔ وہ بھی سمجھتے ہیں کہ شاید اس راہ سے ہماری نجات مل جائے اگر کوئی ذات ہے اور ہماری آواز سن رہی ہے تو ہوسکتا ہے ہمیں بخش دے اور ہمیں اس مصیبت سے نجات بخش دے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ ہم بعض دفعہ ایسی ہوائیں چلاتے ہیں جو نرم خو اور اچھی اچھی ہوائیں چل رہی ہوتی ہیں۔ کشتی والے سمندر میں سفر کر رہے ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان ہواؤں میں تیزی آجاتی ہے اور ہوائیں تند ہو جاتی ہیں اور خوفناک طوفان میں بدل جاتی ہیں۔ اس وقت دعا کرنے والے گریہ وزاری سے خدا کی طرف جھکتے ہیں۔ اے خدا اگر تو ہمیں اب بچالے تو ہم تیرے شکر گزار بندے بنیں گے یا نیکیوں کا دعویٰ کرتے ہیں یہ کریں گے۔ اللہ جانتا ہے کہ جب وہ خشکی پر پہنچ جائیں گے تو ایسا نہیں کریں گے۔ پھر وہ اپنے شرک اور کفر کی طرف لوٹ جائیں گے۔ مگر اللہ پھر بھی ان کی اس دردناک پکار کو سن لیتا ہے۔ تو ایسے بھی لوگ ہیں جو مصیبت کے وقت، اور تکلیف کے وقت اور ہوسکتا ہے جنگ کی شدت کے وقت بھی اللہ کا نام لیتے ہوں مگر اسے ذکرِ الٰہی نہیں کہا جاتا، وہ اپنی ذات کا ذکر ہے۔ اپنی جان کو بچانے کے لئے جیسے فرعون نے غرق ہوتے وقت خدا کا نام لیا تھا۔ وہ روح کی خاطر نہیں۔ بدن کی خاطر ہے۔ اللہ ان آیات میں جن عشاق کا ذکر فرما رہا ہے۔ وہ وہ لوگ ہیں جو جانیں بچانے کے لئے خدا کو یاد نہیں کرتے بلکہ جانیں پیش کرنے کے لئے کرتے ہیں۔ وہ دعائیں کرتے ہوئے جاتے ہیں کہ اے خدا ہماری جان اپنی راہ میں قبول فرمالے، اس کو ذکرِ الٰہی کہتے ہیں۔ یہ ہے محبوب کا ذکر جو اس شان کے ساتھ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ ؐ کے صحابہؓ کے حق میں پورا ہوا ہے۔ تو تمام عالم میں اس کی مثال آپ کو دکھائی نہیں دے گی۔

ان آیات کا ترجمہ یہ ہے میں ترجمہ کرنا بھول گیا تھا۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو، جب تمہاری جنگ میں مٹھ بھیڑ ہو کسی گروہ سے، فَاثْبُتُوْا تو ثابت قدم رہو اور اللہ کا بہت کثرت سے ذکر کیا کرو۔ لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ تاکہ تم کامیاب ہونے والے ہو جاؤ۔

وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو وَ لَا تَنَازَعُوْا اور آپس میں پھٹو نہیں، جھگڑے نہ کرو۔ فَتَفْشَلُوْا اور نہ اس سے تم منتشر ہو جاؤ گے، پیٹھ دکھا کر

بھاگ جاؤ گے۔ کمزور ہو جاؤ گے۔ فَتَفْشَلُوْا کا اصل مطلب ہے تو ہے کہ بزدلی دکھانا، کمزوری دکھانا۔ کہ تم کمزوری دکھا جاؤ گے پھر۔ وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ اور تمہاری پھوک نکل جائے گی۔ جیسے کہتے ہیں بڑا پھوکی ہے یہ، تو حقیقت میں مومن کو جو رعب عطا ہوتا ہے وہ اس کی ذاتی خوبیوں کا رعب نہیں ہوتا اللہ سے تعلق کے نتیجے میں وہ رعب پیدا ہوتا ہے اور جتنی اس کی ذات ہے اس کہیں بہت بڑی دشمن کو دکھائی دیتی ہے۔ جماعت احمدیہ کا ہمارا سو سالہ تاریخ سے زیادہ کی تاریخ ہو چکی ہے اب، یہی تجربہ ہے کہ جماعت بہت تھوڑی بھی ہو تو اللہ کے فضل سے اس کا رعب بہت ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ جب جماعت کو کامیابیاں عطا فرماتا ہے۔ تو ہم سے بہت زیادہ طاقتور دشمن اس سے بے قرار اور بے چین ہو کر کہنے لگتے ہیں کہ آ گئے آ گئے، یہ غالب آ گئے۔ یہ غالب آ گئے۔ ان کو کسی طرح روکو، یہ ہماری تدبیر سے تو نہیں رکتے، تو یہ جو تھوڑی سی تعداد سے اس قدر پریشان ہو جانا، یہ اس رعب کی وجہ سے ہے جس کا قرآن کریم ذکر فرماتا ہے اور محاورہ بڑا پیارا استعمال فرمایا ہے۔ تمہاری پھوک نکل جائے گی۔ اللہ کا ذکر گیا تو تم بھی گئے بیچ میں سے۔ تم تو اس کائنات کے ذرّے کی طرح ہو جسے ایٹم کہا جاتا ہے۔ یعنی جس کا وجود آپ کو ہزاروں، لاکھوں گنا بڑا دکھائی دے رہا ہے۔ اگر اس کی پھوک نکال دی جائے تو چپک کر کچھ بھی باقی نہ رہے۔ یہ زمین ایک فٹ بال کے برابر ہو جائے۔ پس اسی طرح اللہ تعالیٰ کے رعب سے اللہ کی طرف سے مومنوں کو ایک رعب عطا ہوتا ہے اور اپنے وجود سے زیادہ بڑے ہو کر دنیا کو دکھائی دیتے ہیں۔ لیکن ان کی مثال غبارے کی سی نہیں ہے۔ بلکہ ایٹم کی سی ہے، ان مالیکیولز کی سی ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے، جن کے اپنے اصل وجود سے بہت بڑا بنا کے دکھایا ہے کیونکہ وہ ان کی بڑائی خدا تعالیٰ کی طاقت سے ہوتی ہے۔ اس لئے خدا تعالیٰ فرماتا ہے اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ (النمل:89) ہم نے صرف ان کو بڑا ہی کر کے نہیں دکھایا۔ ہم نے ہر چیز کو بہت مضبوط بنایا تو جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ رعب مومن کو عطا ہوتا ہے، نہ صرف یہ کہ وہ اپنی حیثیت سے بڑا دکھائی دیتا ہے۔ بلکہ اس بڑائی میں ظاہری طور پر خواہ اندر کچھ بھی نہ ہو۔ لیکن خدا کی طاقت اس کو نصیب ہوتی ہے۔ اس لئے واقعۃً دشمنوں کے لئے ایک بہت بڑی ہیبت بن کے ابھرتا ہے اور جب دشمن سے ٹکراتا ہے۔ تو وہ تاریخ بار بار گواہی دیتی ہے کہ اللہ کے فضل کے ساتھ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً (البقرہ:250) کتنی ہی چھوٹے چھوٹے گروہ

ہیں۔ بالکل معمولی حیثیت کے، جو بڑی بڑی قوتوں کے اوپر غالب آ گئے۔ پس یہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ تم اللہ کا ذکر کرنا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ تا کہ تم اس ذکر کی برکت سے کامیاب ہو، کامیابیاں ذکر سے عطا ہوتی ہیں اور ذکر ہے جو انسان کو رعب عطا کرتا ہے اور اس ذکر کے ساتھ ایک لازم بات ہے۔ وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ اگر تم بظاہر ذکر کرتے ہو اور اللہ کی اطاعت نہیں کرتے۔ بظاہر ذکر کرتے ہو اور رسول کی اطاعت نہیں کرتے تو ذکر جھوٹا ہے۔ وَ لَا تَنَازَعُوْا اور ہرگز تم آپس میں جھگڑا نہ کرو۔ ورنہ بھاگ جاؤ گے فَتَفْشَلُوْا تمہارے پاؤں پھسل جائیں گے۔ یعنی پیٹھ دکھا کر پیچھے چلے جاؤ گے۔ وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ اور تمہاری پھوک نکل جائے گی۔ یعنی رعب جاتا رہے گا۔ وَاصْبِرُوْا اور صبر کرو۔ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ اللہ تعالیٰ یقیناً صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔

حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے غزوات میں ہمیں یہی نظارہ دکھائی دیتا ہے کہ اللہ کے ذکر کے ساتھ آپؐ نے ہر غزوہ میں شمولیت فرمائی اور شدید جنگ کی کیفیت اور سختی کی حالت میں بھی ذکر اللہ ہی تھا۔ جو دراصل آپ کی قوت کا راز تھا۔ جنگ بدر کے موقع پر بظاہر آپؐ جنگ میں خود جسمانی طور پر حصہ نہیں لے رہے تھے مگر وہ جنگ اس چھوٹے سے خیمے میں لڑی جارہی تھی۔ جہاں حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ ذکر الٰہی میں مشغول تھے اور اس شدت کے ساتھ آپؐ پر رقت طاری تھی کہ روتے روتے بار بار کندھے کی چادر گرتی تھی اور حضرت ابوبکرؓ اٹھا اٹھا کر واپس پھر کندھے پر ڈالتے تھے۔ ایک عجیب کیفیت تھی باہر جنگ ہو رہی ہے اور یہاں خدا کے حضور گریہ وزاری کی جارہی ہے اور لوگ سمجھ رہے ہیں کہ رسول کریم ﷺ الگ کھڑے ہیں۔ حالانکہ آنحضرت ﷺ اس جنگ میں شامل تھے اور یہی وہ جنگ تھی۔ لیکن پھر آپؐ نے شرکت فرمائی۔ اس حالت میں سارا وقت نہیں گزارا۔ ان دعاؤں کے بعد ایک غیر معمولی طاقت حاصل کر کے شرکت فرمائی اور وہ جو مٹھی کنکروں کی اٹھا کر پھینکی ہے۔ اس مٹھی میں ایک ایسی غیر معمولی طاقت پیدا ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (الانفال: 18) اے محمدؐ تو نے مٹھی نہیں چلائی تھی۔ تو جو اللہ سے طاقت لے کر باہر نکلا تھا۔ تیرا سارا وجود الٰہی طاقت کا مجسمہ بن چکا تھا۔ اس وقت جو مٹھی تیرے ہاتھوں نے چلائی تھی وہ اللہ کے ہاتھوں نے چلائی تھی۔ تو ذکر میں

ایک غیر معمولی طاقت ہے۔ وہ کمزوروں کو غیر معمولی طور پر بڑے بڑے طاقتوروں کے مقابل پر قوتیں عطا کرتی ہے اور ان پر غالب کر دیتی ہے اور اس طاقت کے ہوتے ہوئے دنیا کی کوئی طاقت ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

اس پہلو سے میں خاص طور پر آپ کو دعوت الی اللہ کے مضمون کے ساتھ، اس مضمون کو ملانے کی تلقین کرتا ہوں۔ ہم بھی آج کل ایک عظیم جہاد میں مبتلا ہیں۔ اور ساری دنیا میں اس وقت دعوت الی اللہ کی ہوائیں چل رہی ہیں اور چھوٹے بڑے، مرد کیا اور عورتیں کیا، سارے دن رات یہی سوچ رہے ہیں کہ کس طرح ہم بھی اس میں کامیاب حصہ لیں۔ ہمارے ذریعے بھی خدا تعالیٰ کسی سعید روح کو دائمی زندگی عطا کرے۔

وہ جو جہاد ہے وہ جہادِ اکبر ہے۔ ان معنوں میں کہ جو قتال ہے اس کے نتیجے میں دشمن کو مارا جاتا ہے اور جہاد کے نتیجے میں دشمن کو زندہ کیا جاتا ہے۔ پس ان دونوں میں نمایاں فرق ہے۔ کبھی خدا والے کسی دشمن کو مارنے کے درپے نہیں ہوتے سوائے اس کے کہ وہ مجبور کر دے اور وہ بے اختیار ہو جائیں۔ یہاں تک کہ یہ فیصلہ پھر کرنا پڑے یا خدا کے منکر زندہ رہیں گے یا خدا والے زندہ رہیں گے۔ اسی مجبوری کے نتیجے میں جہاد قتال میں تبدیل ہوا کرتا ہے۔ ورنہ حقیقی جہاد جس کا قرآن کریم میں ذکر ہے وہ مردوں کو زندہ کرنے کا جہاد ہے۔ جس میں حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ ہمیشہ مصروف رہے اور اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو بات سمجھائی، کھول کر سمجھائی کہ جب یہ رسول، تمہیں اپنی طرف بلائے تا کہ تمہیں زندہ کرے تو تم لبیک کہا کرو، اس کی دعوت کو قبول کیا کرو۔

پس آج جماعت احمدیہ ایک عالمگیر زندگی کا پیغام لے کر نکلی ہے۔ ایک ایسے عالمگیر جہاد میں جھونک دی گئی ہے خدا کی طرف سے، جس میں ہر چھوٹا بڑا، مردوں کو زندہ کرنے کے اعلانِ بلند کر رہا ہے۔ اور مردوں کو اپنی طرف بلا رہا ہے کہ آؤ اور اللہ کی فوج کے ساتھ، حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی برکت سے آج بھی تم زندہ کئے جاؤ گے۔ یہ نہ سمجھو کہ اس رسولؐ کو زندگی کا معجزہ، زندہ کرنے کا معجزہ، چودہ سو سال پہلے دیا گیا تھا اور اب وہ معجزہ مر چکا ہے۔ جیسے وہ رسولؐ آج بھی زندہ ہے اس کے تمام معجزات زندہ ہیں اور آج بھی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے دم سے ہی تمام دنیا کو شفاء مل سکتی ہے۔ آپؐ کے اعجاز ہی سے یہ مردے زندہ ہو سکتے ہیں اور اس اعجاز کا رنگ کیا تھا؟ یہ ذکرِ الٰہی تھا۔ آپؐ کا

ذکرِ الٰہی تھا جو اعجاز بنا تھا۔

پس یہ کہنا کہ جیسے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے چودہ سو سال پہلے مردے زندہ کئے تھے ہم آج کریں گے۔ اگر یہ ذکر سے خالی بات ہو تو محض خیالی ہے تو کھوکھلا دعویٰ ہے کچھ بھی نہیں ہونا پھر، جس عظیم معالج کا حوالہ دے کر آپ اس کی شفاء کی باتیں کرتے ہیں اس کے نسخے کو بھی تو تلاش کرتے ہیں۔ بوعلی سینا کا نام اگر علاج کی دنیا میں زندہ ہے تو اس وجہ سے کہ آج اس کے نسخے بھی زندہ ہیں اور صدیاں گزرنے کے بعد آج بھی بہت سے معالج اس کے نسخوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

پس محض معالج کے نام سے کوئی مردہ زندہ نہیں ہوا کرتا اس کے نسخوں سے زندہ ہوا کرتا ہے۔ پس دیکھنا یہ ہے کہ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ زندگی کیسے بخشتے تھے۔ **وہ ذکرِ الٰہی کی زندگی تھی۔ وہ ذکرِ الٰہی سے زندگی پاتے اور ذکرِ الٰہی سے زندگی بخشا کرتے تھے** اور جنگ کے دوران اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب تمہاری مٹھ بھیڑ ہو جائے تو جب شدت کی، گھمسان کی لڑائی ہو، اس وقت وہ یہاں یہ نہیں فرما رہا کہ اپنے ہتھیار تیز کرو، اپنی قوتوں کو چمکاؤ۔ بعض دوسری جگہ وہ بھی ذکر ہے۔ لیکن یہاں فتح کا راز بیان کیا جا رہا ہے کہ جتنی لڑائی تیز ہوتی چلی جائے، تمہارا مقابلہ ہو، وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ثباتِ قدم رکھو لیکن ذکرِ الٰہی سے برکت حاصل کرو، قوت حاصل کرو۔ ورنہ تمہیں ثباتِ قدم بھی نصیب نہیں رہے گا۔ بھاگتے ہوئے پیٹھ دکھا کر ذکر کا کوئی مضمون نہیں ہے۔ اپنی جانیں پیش کرو، حاضر ہو اور پھر ذکر کرو، پھر دیکھو اللہ تعالیٰ تمہیں کتنی غیر معمولی طاقت عطا فرماتا ہے۔

پھر اسی مضمون کو صبر پر جا کے ختم فرمایا کہ صبر کے بغیر کوئی حقیقی کامیابی نہیں ہو سکتی اور صبر ہی ہے جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی معیت نصیب ہوتی ہے۔ پس آج کل جو بھی داعیین الی اللہ دنیا میں پیغام دے رہے ہیں ان کو ذکر پر زور دینا چاہئے اور دعوت میں محض دلیلوں سے کام نہ لیں بلکہ ذکر کریں اور ذکر سکھائیں۔ اللہ کی طرف بلانے کا حکم ہے۔ عجیب بات ہے کہ قرآن کریم میں کہیں بھی محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف بلانے کا حکم نہیں ہے سوائے اس کے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کو حکم ہے۔ کہ تم اپنی طرف بلاؤ۔ کیونکہ آپؐ کی طرف خدا کی طرف تھی۔ لیکن ساتھ یہ ہے حکم کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف جب بلائیں تو دوڑا کرو، اس طرف جایا کرو۔ لیکن مومنوں کو پیغام یہ ہے کہ اللہ کی طرف بلاؤ

کیونکہ دائمی دعوت خدا ہی کی طرف ہے اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ بھی اللہ ہی کی طرف بلاتے تھے۔

پس دعوت الی اللہ اسی لئے قرآن سے محاورہ لے کر اسی مہم کا نام رکھا گیا کہ اللہ کی طرف بلانے کی دعوت ہے۔ اللہ کی طرف بلائیں تو بحثوں اور دلیلوں سے بہت زیادہ اس کے حسن اور اس کی کشش سے کام لیں۔ جس کی طرف بلایا جاتا ہے اس کا تعارف بھی تو کروانا پڑتا ہے۔ کس کی طرف بلا رہے ہیں؟ اگر آپ جاتے ہی ان بحثوں میں مبتلا ہو جائیں کہ تم اپنے عقائد میں سچے ہو یا میں اپنے عقائد میں سچا ہوں۔ ایک لمبے عرصے کے بعد ان ذریعوں ہی سے بعض دفعہ انسان کو کامیابی نصیب ہوتی ہے۔ لیکن وہ لوگ جو متقی ہیں جو اللہ کی محبت رکھتے ہیں۔ اگر وہ سچے دل سے اللہ کی طرف آنے کی دعوت دیں تو یہ بہت زیادہ کارگر حربہ ہے۔ بہت اس کا گہرا اثر پڑتا ہے۔ میں نے بارہا ہندوؤں پر یہ نسخہ آزمایا ہے۔ وہ بعض دفعہ ملنے آتے ہیں بعض دفعہ خطوں کے ذریعے دعا کی خاطر لکھتے ہیں۔ تو میں ان کو صرف توحید کا پیغام دیتا ہوں۔ کبھی یہ بحث نہیں کی ویدوں میں یہ لکھا ہے اور تمہاری گیتا میں یہ لکھا گیا ہے اور قرآن یہ فرماتا ہے۔ ان بحثوں میں الجھا دیں گے ہو تو ان کی غیرت بھی اٹھ کھڑی ہوگی۔ اور رفتہ رفتہ ایک مدافعانہ رنگ پیدا ہو جائے گا۔ قرآن کریم فرماتا ہے جب وہ مدافعانہ رنگ اختیار کریں، جھگڑیں تو تم بھی ان سے مجادلہ کرو۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ایسی ضرورت پیش آ سکتی ہے۔ مگر سب سے احسن، سب سے اعلیٰ طریق، سادہ طریق پر اللہ کی طرف بلانا ہے۔

اور اس میں صرف ہندو ہی پیشِ نظر نہیں، تمام اقوام، تمام مذاہب سے وابستہ لوگوں کے لئے، سب سے اچھا پیغام یہی ہے کہ ہم تمہیں اللہ کی طرف بلاتے ہیں۔ اللہ کی خاطر اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرو اللہ کی طرف جھکو اس سے دعائیں مانگو اور اگر تم ہمیں بدسمجھ رہے ہو تو اللہ سے دعا کرو کہ ہمیں بھی صحیح سچا رستہ عطا ہو۔ اور اگر ہم سچے ہیں تو اللہ سے دعا کرو کہ تمہیں بھی اس رستے پہ ڈال دے۔ یہ طریق ہے جو تبلیغ کا اس سے کوئی اشتعال بھی پیدا نہیں ہوتا۔ اس سے اشتعال ٹھنڈے پڑتے ہیں۔ طبیعت میں کچھ سلجھاؤ پیدا ہوتا ہے۔ انسان زیادہ سنجیدگی سے غور پر آمادہ ہوتا ہے۔ اور جیسا کہ میں نے ذکر کیا ہے جتنے بھی ہندوؤں سے مجھے واسطہ پڑا ہے۔ جب میں نے انہیں توحید کی طرف بلایا ہے تو طبعی طور پر ان کا ردعمل مثبت تھا۔ کبھی بھی مخالفانہ ردعمل نہیں ہوا۔ اور کئی ایسے ہیں جو اللہ کے فضل سے جماعت میں داخل ہو چکے ہیں کئی ایسے ہیں جو ابھی داخل نہیں ہوئے لیکن دعا کے

لئے لکھتے ہیں کہ ہمیں توفیق دے اللہ، ہمت عطا کرے۔ کئی ایسے ہیں جنہوں نے ہمارے سیٹلائیٹ میں چندے بھی دینے شروع کر دیئے اور ہندو ہیں۔ لیکن خطبے سنتے ہیں ہندو ہیں لیکن دعا کے لئے ہمیں لکھتے ہیں۔ ہندو ہیں لیکن اگر کوئی مرجائے تو اس کی اخروی نجات کے لئے ہمیں لکھتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ سے جو تعلق انسان کی روح، میں فطرت میں ودیعت کیا گیا ہے۔ وہ ایک ایسا دائمی سرچشمہ ہے۔ جس سے آپ ہمیشہ فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور پیاسی روحوں کو اس چشمے کی طرف متوجہ کرنے سے وہ روحیں طبعاً اس کی طرف مائل ہونے پر آمادہ ہیں۔ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى انسان کی پیدائش سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا، سب روحوں کو گویا کہ ایسے عالم میں اکٹھا کیا جس کا تصور ہمارے لئے ممکن نہیں۔ بات صرف حقیقت میں یہ ہے۔ کہ ان روحوں کے خمیر میں داخل کر دی ہے یہ بات۔ یہ سوال و جواب ایسا سوال اور جواب ہے جو ان کی روحوں پر پرنٹ ہو گیا ہے، چھپ گیا ہے۔ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ قَالُوْا بَلٰى ان سب نے کہا ہاں کیوں نہیں، کیوں نہیں، پس وہ بَلٰى کی آواز آج بھی روحوں سے آ سکتی ہے۔ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کا پیغام تو ان کو خدا کی طرف سے دیں۔ پس دعوت الی اللہ میں آغاز ہی اس طرح ذکر سے ہونا چاہئے کہ وہ خالصۃً ذکر ہو اور اس میں مذاہب کی تفریق کی بحثیں بعد میں آئیں، اگر وہ اٹھیں سب سے پہلے اللہ کی طرف بلائیں۔ اور اللہ کی طرف بلانے کے لئے آپ کے اندر خود ذکر کے پھل لگنے چاہئیں آپ کی ذات میں، آپ کے اندر ذکر کے نتیجے میں پاک تبدیلیاں ہونی چاہئیں، ذکر کے رنگ آپ کے اندر جاری ہوں، ذکر کے نتیجے میں آپ سرسبز و شاداب ہوں، پھول کھلیں، پھل لگیں اور ایسے ثمر دار درخت بن جائیں جو صرف ثمر دار ہی نہ ہوں۔ بلکہ پر رونق ہوں، خوب صورت دکھائی دے۔ اس کے اندر کشش پائی جائے اور یہ کشش ذکر کا ایک طبعی نتیجہ ہے۔ ایک شاعر کہتا ہے کہ مٹی میں جو تو خوشبو دیکھ رہا ہے اس مٹی میں جو گلاب کے نیچے اس کے جڑوں کے آس پاس ہے، یہ نہ سمجھنا کہ مٹی کی خوشبو ہے۔ یہ گلاب کی خوشبو ہے جو مٹی میں آ گئی ہے۔ پس ذکرِ الٰہی کی خوشبو تو گلاب کی خوشبو سے انگنت گنا زیادہ طاقت ور ہے۔ اگر آپ کو ذکر نصیب ہو جائے تو آپ کے اندر اللہ کی خوشبو آئے گی۔ اللہ کے رنگ آپ میں جاری ہوں گے اس کے ذکر کے نتیجے میں اس کی صفاتِ حسنہ آپ کی ذات میں جلوہ گر ہوں گی۔ آپ کو ایسی عظیم کشش عطا ہوگی کہ دنیا کی طاقتوں

کے لئے اس کا مقابلہ ممکن نہیں رہے گا۔

پس خدا جو فرماتا ہے کہ جنگ کے دنوں میں ثبات قدم دکھاؤ اور ذکر الٰہی کرو۔ یہ مضمون آج بھی ہر جہاد میں جاری ہے اور وہ نصیحت آپ کو ہمیشہ، لازماً حرزِ جان بنانی ہوگی۔ اپنی جان اور سینے سے چمٹا کے رکھنی ہوگی۔ فَاثْبُتُوْا کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم خدا کی طرف بلاؤ اور پھر کچھ دیر کے بعد ٹھنڈے پڑ جاؤ اور پھر خالی ذکر کرو تو یہ سچی بات نہیں ہے۔ پہلے ثباتِ قدم رکھا ہے۔ پھر ذکر فرمایا۔ تو اپنی نیک کوشش میں یہ عہد کرلو کہ میں اسے ذکر ضرور جاری رکھوں گا۔ اور اسی مضمون کو آخر پر صبر کے الفاظ سے مزید کھول کر پیش فرمایا ہے۔ پس جنگ میں ثباتِ قدم ہو، تبلیغ میں انسان وفا دکھائے اور ہمت کے ساتھ ہمیشہ اس نیک کام کو جاری رکھے یا تکلیفوں پر صبر کرے، یہ تینوں حقیقت میں ایک ہی چیز کے مختلف نام ہیں۔ تو فرمایا تم جو کام کرو گے اس کو چھوڑ نا نہیں پھر تو خدا کی راہ میں جہاد کرنے نکل کھڑے ہو۔ تو پھر لازماً اس کو ہمیشہ، زندگی بھر جاری رکھنا ہوگا۔ ایک دو مہینے، ایک دو سال کی باتیں نہیں ہیں۔ اور پھر جب ذکر الٰہی کرو گے تو پھر تمہیں غلبہ عطا ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا یہ صرف ذکر نہیں کثرت سے ذکر کرو۔

پس یہ جو کثرت سے ذکرِ الٰہی کا میں مضمون بیان کر رہا ہوں۔ اس کا آخری تعلق دعوت الی اللہ سے ہے۔ آغاز میں یہ آپ کی ذات کو سنوارنے کے لئے ذکر شروع ہوا تھا۔ جب آپ بن سنوار کر تیار ہو جائیں تو آپ میں الٰہی کشش پیدا ہو جاتی ہے۔ پھر آپ دعوت الی اللہ کے لئے نکلیں، پھر وہ ذکر کو اور تیز کر دیں۔ تو دنیا کی فتح تو چند قدم کی باتیں رہ جائیں گی۔ یہ جو آپ اگلی صدیوں میں باتیں دیکھ رہے ہیں اور جو خوابیں ہیں۔ ان خوابوں کی تعبیر اس دنیا میں دیکھیں گے اور آج دیکھ بھی رہے ہیں۔ کثرت سے مجھے ایسے خط لکھتے ہیں کہ ہم نے پاکستان میں فلاں وقت یہ خواب دیکھی تھی فلاں وقت یہ خواب دیکھی تھی۔ ہم بعض دفعہ یہ سوچ کے سویا کرتے تھے کہ کب ہمیں اللہ تعالیٰ اپنا ٹیلی ویژن عطا کرے گا۔ بعض ماؤں کا قصہ دیکھتے ہیں کہ بڑی حسرت سے انہوں نے کہا کاش یہ لوگ جو ہماری مخالفت میں ٹیلی ویژن کو گندہ کرتے ہیں۔ خدا ہمیں بھی موقع دے کہ ہم ٹیلی ویژن پر ذکرِ الٰہی بلند کرنے والے ہوں دنیا کو پتا لگے کہ ہماری حقیقت کیا ہے۔ کئی ایسے خواہش رکھنے والے مر گئے لیکن بہت سے آج بھی زندہ ہیں اور اپنی آنکھوں کے سامنے انہوں نے وہ بات پوری ہوتی دیکھی جس کا

پہلے تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ پھر خوابیں بہت سی لوگوں نے لکھ کے بھیجی بعض پرانی خوابوں کے حوالے دیئے۔ جو ہماری فائل میں موجود ہیں۔ اس وقت اس کی تعبیر میں میں نے یہی لکھا کہ اللہ مبارک کرے، کوئی خوشخبری معلوم ہوتی ہے اور خود مجھے بھی یہ سمجھ نہیں آئی کہ یہ لفظاً لفظاً پوری ہوگی۔ اور وہ جو نظارے ان لوگوں نے دیکھے تھے اللہ نے ویسے ہی دکھا دیئے۔ تو آج کل خدا اتنا مہربان ہے جماعت احمدیہ پر اور بنی نوع انسان پر اس حوالے سے کہ جیسے زمین پر اتر رہا ہو، اس وقت اپنی کیفیت کو نہ بدلیں ورنہ تو بڑی محرومی ہوگی۔ وہ وقت جو خاص خدا کی خاطر جہاد کے وقت ہوا کرتے ہیں۔ ان دنوں میں واقعی خدا زمین پر آجاتا ہے جب خدا اپنے تمام جلوؤں کے ساتھ انسان کے قریب تر آجاتا ہے۔ اس تھوڑے سے ذکر سے بھی آپ کو بہت بڑی برکتیں عطا ہو سکتی ہیں اور تھوڑا سا ذکر خود کثیر ہوتا چلا جائے گا کیونکہ لڑائی میں کثیر کا مطلب یہ ہے کہ اس کا فطری تعلق ہے۔ اپنا پیارا خطروں کا وقت زیادہ یاد آتا ہے۔ وہ جو پہلے تھوڑا ذکر کیا کرتے تھے وہ بھی جب موت کے خطرات کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھتے ہیں تو وہ جو محبوب ہے وہ زیادہ یاد آنے لگ جاتا ہے۔ پس ایک دنیا کا شاعر اگر سچا ہے اور یہ کہتا ہے۔

فو اللہ ما ادری و انی لصادق
اداء ارانی من حبابک ام سحر

تو میں خدا کی قسم سچ بول رہا ہوں جھوٹ نہیں کہہ رہا۔ تیری محبت میں مجھے کیا ہو گیا ہے۔ کوئی تکلیف پہنچی ہے یا پاگل ہو گیا ہوں۔ مجھے جادو ہو گیا اس حسن کا یا کسی بیماری نے آلیا ہے۔ یہ وہ کیفیت ہے جو سچے عشق سے پیدا ہوتی ہے اور اس سے پھر ذکر پھوٹتا ہے اور جتنا گہرا مصیبت کا وقت ہوا تنا ہی ذکر زیادہ گہرا اور کثیر ہوتا چلا جاتا ہے۔ پس آج کثرت کے ساتھ ذکر کے دن آگئے ہیں ہم رمضان کے دروازے پر کھڑے ہیں۔

اس پہلو سے میں سمجھتا ہوں کہ اس رمضان کو خصوصیت سے دعوت الی اللہ کی خاطر کثرتِ ذکر میں تبدیل فرماویں۔ روزے تو ویسے ہی ذکر کے لئے خاص ہیں۔ لیکن دعوت الی اللہ کے مضمون کو ذہن میں اور قلب میں مستحضر کر کے اس کو یاد رکھتے ہوئے۔ اس کا تعلق اس ذکر سے باندھتے ہوئے۔ جس کا قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ جہاد کے وقت غیر معمولی طور پر ذکر کیا کرو۔ ذکر

کریں کیونکہ آگے پھر تھوڑے مہینے رہ گئے ہیں۔ جلسہ سالانہ یو۔کے تک پر ابھی کام بہت پڑا ہوا ہے یعنی چند مہینے میں آپ نے پورے سال کے پھل لینے ہیں۔ پہلے تین مہینے جو گزشتہ جلسے کے بعد گزرے تھے۔ میں نے نصیحت کی تھی کہ زیادہ تر توجہ تربیت کی طرف کریں اور واقعۃً اس کا بہت ہی اچھا نتیجہ ظاہر ہوا، حیرت انگیز بعض ایسے تجارب ہوئے کہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ اگر خدا تعالیٰ یہ تحریک دل میں نہ ڈالتا تو جو ہم پا رہے تھے وہ دوسرے رستے سے کھوتے چلے جاتے۔ ہزار ہا کی تعداد میں تھوڑے سے علاقے میں اس طرح احمدی ہوئے ہیں کہ بعض جگہ علاقے کا علاقہ تیس تیس، چالیس چالیس ہزار کی آبادی پورا احمدی ہو گیا۔ اگر یہ دوسری تحریک نہ چلتی اور تین مہینے شدت کے ساتھ وہاں تربیت کی مجالس نہ لگائی جاتیں تو جو حال ہوتا اس کا صحیح تصور تو وہ رپورٹیں پڑھ کر ہوتا ہے۔ تو جب یہ احمدی ہونے والوں کے پاس پہنچے ہیں تو کتنی جلدی ان کو خالی پایا۔ یعنی احمدیت قبول کر لی ہے، لیکن بعد میں کوئی توجہ نہیں، کوئی تبدیلی نہیں، کوئی غیر معمولی نمازوں کی طرف توجہ نہیں بدرسمیں دور کرنے کی طرف توجہ نہیں۔ جیسے تھے ویسے ہی رہے اور اگر وہ کچھ سال اس طرح رہتے، کچھ دیر اس طرح رہتے تو پھر ان کا حال بد سے بدتر ہو جانا تھا تو کچھ عرصے کے بعد ان کو یاد بھی نہ رہتا کہ کیا ہوئے تھے۔ پس وہ تین مہینے ضائع نہیں ہوئے ان سے بہت برکت ملی ہے اور پوری طرح شعور کے ساتھ یہ لوگ اب اپنے پاؤں پر کھڑے ہو گئے ہیں اور ان میں نظام جماعت جاری ہو گئے ہیں مساجد کے باقاعدہ نظام کے تابع امام مقرر ہیں۔ ان کو اختلافی مسائل جو پہلے سرسری سے پتا تھے تفصیل سے سمجھائے گئے ہیں۔ انہوں نے اعتراضات کئے تو ان کے جواب دیئے گئے بڑی محبت کے ساتھ اور اللہ کے فضل کے ساتھ الّا ما شاء الله، بعض جگہ بعض لوگ دباؤ کے نیچے آ کر کچھ لوگ پیچھے ہٹے لیکن وہ ہزار میں ایک بھی نہیں۔ لیکن اس ایک کے مقابل پر ہزار مگر ہزار میں سے ایک بھی ہو تو خدا نے سینکڑوں اور دیئے یعنی تبلیغی مہم کے دوران، پھر تربیتی مہم کے دوران خود بخود اللہ تعالیٰ پھل عطا کرتا گیا۔ تو وہ جو عرصہ گزرا ہے تو ضائع تو نہیں ہوا بلکہ بہت ہی مبارک اور ثمر دار عرصہ تھا، لیکن خالصۃً تبلیغ کی مہم کے لئے نہیں تھا۔ اس کے بعد پھر انہوں نے تھوڑا سا آرام کیا پھر تبلیغیں سوچنی شروع کیں۔ اب کچھ اپنے پاؤں پر کھڑی ہوئی ہیں جماعتیں اور تبلیغ کے لئے تیزی کے ساتھ مائل ہیں۔ تبلیغ کی طرف تیزی کے ساتھ قدم آگے بڑھا رہی ہیں۔

مگر جہاں تک یورپین ممالک کا تعلق ہے اللہ کے فضل سے یورپین ممالک میں خصوصًا جرمنی میں تو تربیت کے ساتھ ساتھ تبلیغ کی مہم بھی انہوں نے ایسی شدت سے جاری کی ہے کہ یوں لگتا ہے کہ ساری جماعت جرمنی اس مہم میں ڈوب چکی ہے اپنے وجود کو اس میں کھو دیا ہے۔لیکن جب میں ساری کہتا ہوں تو میں جانتا ہوں بہت سے خلا ہوں گے شاید سینکڑوں کیا، ہزاروں ایسے ہوں جن کو ابھی تک تبلیغ کا سلیقہ بھی نہ آتا ہو۔جنہوں نے یہ کام نہ شروع کیا ہو۔لیکن اللہ کا یہ ایک خاص سلوک ہے مومنوں سے کہ ان کا دسواں حصہ بھی اگر مستعد ہو جائے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ ساری کی ساری جماعت مستعد ہوگئی ہے۔ایک کو دس پر غلبہ عطا ہونے کے ایک یہ بھی معنی ہیں کہ ان میں دس کے برابر طاقت پیدا ہوتی ہے تو غلبہ پاتے ہیں دس پر، یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ طاقت ایک کی رہے اور دس پر غلبہ پا جائیں۔

پس اس میں ایک وعدہ ہے اور ایک خوشخبری ہے۔وعدہ یہ ہے کہ ہم تم میں سے ہر ایک کو دس کی طاقت عطا کریں گے۔اور خوشخبری یہ ہے کہ پھر تم بظاہر برابر ہو گئے ان کے، پھر بھی ان پر غالب آ جاؤ گے۔یعنی یہ نہیں فرمایا کہ وہ دس ہوں گے تو تم گیارہ ہو جاؤ گے۔قرآن کریم یہ فرما رہا ہے کہ تمہارے ایک کے مقابلے پر وہ دس ہوں گے اور پھر بھی وہ غلبہ عطا کرے گا۔تو اس میں یہ نکتہ سمجھنے کے لائق ہے۔اگر خدا نے جو طاقت تمہاری بڑھائی ہے۔محض اس طاقت سے جو خدا نے عطا کی مگر پھر بھی تمہاری ذات میں ظاہر ہوئی۔اس سے تمہیں غلبہ عطا ہوتا تو کوئی بے وقوفوں کو غلط فہمی ہو جانی تھی کہ ہم نے اپنی طاقت سے دشمن کو مارا ہے۔وہ کہہ سکتے تھے سب طاقتیں اللہ ہی کی طرف سے آتی ہیں مگر ہمارے جسم سے یہ معجزہ ظاہر ہوا ہے۔اللہ نے اب برابر کر کے چھوڑ دیا ہے اور پھر خوشخبری دی ہے کہ ہم پھر تمہیں غالب کریں گے اور غلبہ بھی اس شان سے عطا کرتا رہا ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے ورنہ تو برابر کی چوٹ تھی۔اتنا عظیم الشان غلبہ کیسے عطا ہوا وہ فضل ہے۔جو ان وعدوں کے ساتھ لگا رہتا ہے۔ جتنا اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے اسے پورا کرتے وقت ہمیشہ بڑھا چڑھا کر دیتا ہے۔اس پہلو سے جب میں کہتا ہوں کہ یوں لگتا تھا کہ ساری جماعت جرمنی نے اپنے آپ کو اس میدان میں جھونک دیا ہے تو اتنا تو مجھے اندازہ ہے کہ دسویں حصے سے کم نہیں ہیں وہ لوگ، جو اس وقت تبلیغ میں جُتے ہوئے ہیں اور جیسا کہ میں نے بتایا کہ اللہ کا وعدہ ہے۔جب دسواں حصہ بھی اللہ تعالیٰ کسی قوم کو زندہ کر دے تو بقیہ نوع کی کمزوریاں بھی ان کی زندگی کے تابع چھپ جاتی ہیں اور ان پر پردہ پڑ جاتا ہے۔

پس اللہ کرے کہ ساری جماعت اسی طرح بیدار ہو جائے۔ مجھے یاد ہے میں علماء کو کہا کرتا تھا کہ تم ایسی بڑھ بڑھ کے باتیں نہ کرو تمہاری کوئی تعداد نہیں ہے۔تم سمجھتے ہو کہ تمہیں ہم پر عددی غلبہ ہے جتنے احمدی ہیں یہ جاگ اٹھیں تو پھر تمہیں سمجھ آئے گی کہ طاقت ہوتی کیا ہے۔جتنی احمدیوں کی تعداد ہے اس سے کئی گناہ زیادہ خدا تعالیٰ کے وعدے کے مطابق ان کو قوت عطا ہوتی ہے اور پھر اس کے اوپر رعب ہے۔وہ رِیْحُكُمْ والی بات جو ہے وہ اس کے علاوہ ہے۔رعب کے ساتھ ان کو غلبہ عطا ہوتا ہے پھر نُصِرْتَ بِالرُّعْبِ (تذکرہ صفحہ:566) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا کہ تمہیں رعب کے ساتھ ہم نصرت عطا کریں گے۔ تو وہی رِیْحُكُمْ والی بات ہے۔ جو خدا کی طرف سے مومن کو اس سے زیادہ بڑا بنا کے دکھایا جاتا ہے جتنا وہ اصل میں نظر آنا چاہئے اور جو اصل میں نظر آنا چاہئے وہ اس کی حقیقت سے دس گنا زیادہ ہوتی ہے۔تو وہ مضمون جو فتح کا مضمون ہے۔اس حساب کے بغیر فتح ممکن ہی نہیں ہماری۔ ہماری اصلیت کیا ہے وہ کیا پدی کیا پدی کا شوربہ،کسی ملک میں بھی دیکھ لیں ہماری ذاتی حیثیت ان سب باتوں کے باوجود کچھ بھی نہیں۔لیکن سامان اللہ کر رہا ہے۔غیب سے خدا کے فرشتوں کی فوجیں اتر رہی ہیں، ہر کام میں برکت پڑ رہی ہے، ہر کام ہماری طاقت سے زیادہ ہو کر رونما ہو رہا ہے۔

پس اس دور سے فائدہ اٹھائیں یہ روز روز مرہ قوموں کو عطا نہیں ہوا کرتے جب خدا کی طرف سے آتے ہیں تو غیر معمولی انقلابات کی خوشخبریاں لے کر آتے ہیں۔مگر ان کو عطا ہوتی ہیں جو کہ ان ہواؤں کے رخ پر چلنا شروع کریں۔ پس یہ سفر اختیار کریں اور بڑے زور اور شدت کے ساتھ اختیار کریں۔ رمضان میں یہ ہوائیں تیز ہونے والی ہیں ان تیز ہواؤں کے ساتھ بلند تر آواز سے ذکر الٰہی بلند کرتے چلے جائیں اور ذکر الٰہی کے ترانے گاتے ہوئے اس سفر میں آگے سے آگے بڑھتے چلے جائیں اور یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس دور میں احمدیت کے لئے بڑی عظیم الشان کامیابیاں مقدر کر رکھی ہیں۔

میں جب پچھلے سالوں میں،سال کے آخر پر کہا کرتا تھا کہ یہ ہو گیا یہ ہو جائے گا انشاء اللہ تو میں سوچا کرتا تھا کہ یہ تو ہو گیا اگلے سال کے لئے کیا کہوں گا۔ پھر اگلے سال کے لئے اللہ کچھ اور بات عطا کر دیتا تھا جس کی طرف ذہن جا ہی نہیں سکتا تھا۔ جب چالیس ہزار کی خوشخبری ملی تھی بیعتوں کی تو

میں سوچ رہا تھا کہ یہ تو ایک دم آ گئے باقی اگلے سال کیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے روزمرہ کی تبلیغ سے ذریعے ایک ملک کو پچاس ہزار عطا کر دیئے۔ پنجابی میں جس کو ''گپّھا'' کہتے ہیں وہ پہلا گپّھا آیا تھا۔ یعنی اکٹھا جس کا پھل درخت کو جھنجھوڑا جائے ایک دم سب پر گر پڑتا ہے۔ میں نے کہا یہ روزمرہ تو نہیں گپّھے ملا کرتے ناں۔ یعنی دماغ میں ایک وہم آیا۔ دعا کی کہ اللہ میاں، تو مالک ہے دے دے تو تو تیری شان ہے مگر ہمیں محنت زیادہ کرنی ہوگی۔ چنانچہ جماعتوں کو توجہ دلائی، دعاؤں کی طرف عمل کی طرف پھر خدا نے اگلے سال حیرت انگیز طور پر تبلیغ کی برکت کو بڑھا دیا اور اس کے بعد پھر وہ نظارہ دیکھا کہ جب مسز خدیجہ نذیر نے مجھے لکھا کہ آپ جب سے یہاں آئے ہیں۔ اس وقت سے اب تک اڑھائی لاکھ بیعتیں ہو چکی ہیں۔ تو میں نے اللہ سے دعا کی کہ ''جب'' میں تو کافی دیر ہوگئی ہے۔ لیکن اس سے تو ہمارا کام نہیں بنے گا مجھے اب اس سال ''باقی چھ مہینے باقی تھے'' ان باقی چھ مہینوں میں ڈیڑھ لاکھ تو دے تاکہ چار پورے ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے دو لاکھ سے زائد دے دیئے اور جب میں وہ اعلان کر رہا تھا تو میں سوچ رہا تھا کہ اگلے سال کے لئے کیا کہوں گا۔ اب یہ سال آپ دیکھ لیں کہ خدا نے ایسی خوشخبریاں دی ہیں کہ میرے ذہن کی بلند ترین چھلانگ بھی نہیں پہنچ سکتی تھی۔ وہم وگمان بھی نہیں تھا کہ خدا تعالیٰ ایسے فضل جاری فرمادے گا۔

اللہ کی تقدیر جو کھل کر ہمارے سامنے آ چکی ہے۔ جو اپنے حسن سے دن بدن پردے اٹھا رہی ہے۔ ہر پردے کے پیچھے ایک زیادہ دلکش چہرہ ہمیں دکھائی دے رہا ہے۔ یہ ایک جاری وساری مضمون ہے۔ آپ کے لئے خدا جلوہ گر ہوا ہے، آپ پر خدا جلوہ گر ہوا ہے۔ اس حسن سے مسحور ہو جائیں۔ اپنے آپ کو اس حسن پر فدا اور فریفتہ کر دیں۔ اب عاشقی کا دور ہے اب منطقوں کے دور ختم ہو چکے ہیں۔ اب تو عشاق ہی ہیں جو دنیا میں انقلاب برپا کریں گے۔

پس ذکرِ الٰہی بلند کرتے ہوئے۔ جس طرح حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ جنگوں کی حالتوں میں عین اس وقت جب چاروں طرف سے بظاہر موت حملہ آور ہو رہی ہوتی تھی۔ آپؐ اللہ کے ذکر سے زندگی پایا کرتے تھے۔ جو ظاہری طور پر زندہ رہتے تھے وہ مزید زندگی پا جاتے تھے اور جو ظاہری طور پر مرتے تھے وہ بھی ہمیشہ کی زندگی پا جایا کرتے تھے۔ پس جن کے مقدر میں زندگی میں بھی زندگی ہو اور موت میں بھی زندگی ہو ان کو کیا ڈر ہے۔ پس دندناتے ہوئے خدا کے زندہ شیروں کی طرح

آگے بڑھو۔ یہ دنیا تمہارے لئے مسخر کر دی گئی، تسخیر کرنے والے تم نہیں ہو، تسخیر کرنے والا اللہ ہے اور سب سے عظیم تسخیر محبت کی تسخیر ہوا کرتی ہے۔ آپ سب بھی تو محبت کے مارے ہوئے ہیں۔

یہاں پچھلے دنوں ایک مجلس مشاعرہ ''عبید اللہ علیم کے ساتھ ایک شام'' ہمارے ٹیلی ویژن پر پیش کی جارہی تھی۔ تو اس میں ہمارے بہت سے کارکن جو نوجوان، بچے، بچیاں سب اکٹھے ہو کر اس کو سننے کے لئے ذرا تھوڑی دیر کے لئے متوجہ ہو گئے۔ ان کا ایک شعر تھا:

کچھ عشق تھا کچھ مجبوری تھا
یوں میں نے جیون ہار دیا (یہ ہے زندگی ہماری)

تو کسی کارکن نے کہا ہاں کتنی سچی بات ہے ہم جو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں سارے، سارے دنیا کی لذتیں چھوڑ کر، کام چھوڑ کر، اپنی پڑھائیاں چھوڑ کر یہاں آگئے ہیں تو ہے کیا۔ کچھ عشق ہے کچھ مجبوری ہے۔ عشق ہے اللہ تعالیٰ کی ذات سے اور مجبوری یہ ہے کہ جب یہ عشق آجائے تو وہ مجبوری بن جایا کرتا ہے۔ پس آپ عشق کے دور میں داخل ہیں اور وہی نمونے دکھائیں جو عشاق کے نمونے ہوا کرتے ہیں۔ کہ دشمن بھی اسی طرح کہے عَشِقَ مُحَمَّدٌ رَبَّهُ کہ محمدؐ نہیں تو محمدؐ کے غلام اپنے رب پر عاشق ہو گئے ہیں اور جب خدا کے بندے خدا پر عاشق ہو جائیں تو خدا کی قسم خدا کی محبت ہے جو کل عالم کو تسخیر کر دیا کرتی ہے۔

پس اس تفضیل کے لئے آگے بڑھو اور ذکرِ الٰہی کو بلند کرتے ہوئے آگے بڑھو۔ خدا کی محبت کے گیت گاتے ہوئے آگے بڑھو۔ اللہ تمہارے ساتھ ہو، اللہ ہمارے ساتھ ہو۔ (آمین)